© rasailojaraid.com

انہوں نے معاشی معاملات کے متعلق قرآن مع حدیث اور فقہی کتابوں میں سے کافی مواد جمع کر دیا ہے جو بجائے خود نہایت مفید ہے۔ لیکن اپنی تصنیف کا جو مقصد انہوں نے بیان کیا ہے اُسکے لحاظ سے ہم اسکو ایک ناکام کوشش کہنے پر مجبور ہیں۔ علم المعیشت سے انکی فنی واقفیت محض سرسری نوعیت کی معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنے فراہم کردہ مواد کو سائنٹفک طریقہ پر مرتب کرنیکے بجائے عجیب طریقے سے بکھیر دیا ہے جس سے اسلامی نظام معیشت کا کوئی واضح نقشہ ذہن میں نہیں بنتا۔ کتاب کا مطالعہ کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایک علمی بحث نہیں ہے بلکہ اشتراکیوں کو راضی کرنے کی ایک تبلیغی کوشش ہے۔ پھر جہاں انہوں نے دوسرے معاشی نظاموں سے اسلامی نظام کا تقابل کیا ہے وہاں تو انکی ناواقفیت بُری طرح ظاہر ہوتی ہے۔ فاشزم اور مارکسزم دونوں کے متعلق انکی معلومات نہایت ناقص بلکہ غلط ہیں۔ اور اسی ناقص علم کی وجہ سے انہوں نے بے تکلف یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ فاشزم کی بہ نسبت مارکسزم اسلام سے اقرب ہے، حالانکہ دونوں اسلام سے یکساں دور ہیں اور اسلامی نقطۂ نظر سے جسقدر لعنت کے قابل فاشزم ہے اسی قدر مارکسزم بھی ہے۔

کتاب کا سب سے زیادہ افسوسناک حصہ وہ ہے جہاں ہندوستان کے موجودہ حالات پر مصنف نے اپنے نظریات کو منطبق کرنیکی کوشش کی ہے۔ اس مقام پر سب سے پہلے تو وہ حاضر الوقت معاشی نظام میں انقلاب کی ضرورت ظاہر کرتے ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ یہ انقلاب دو نظریوں میں سے کسی ایک نظریہ ہی کی بنیاد پر ہو سکتا ہے۔ ایک خالص اسلامی نظریہ۔ دوسرا وہ نظریہ جو اسلامی نظریہ کے اصولوں سے قریب تر ہو (یعنی اشتراکی نظریہ)۔ اور آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ

"بلا خوف لومۃ لائم اسلامی بصیرت کے ساتھ یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس ملک میں سردست پہلا نظریہ جامۂ عمل نہیں پہن سکتا بلکہ دوسرا نظریہ ہی ممکن الوقوع ہے"

۲۳۲ صفحہ کی بحث کے بعد یہ نتیجہ جس پر ہر لائم کی ملامت سے بے خوف ہو کر جناب مولانا پہنچے ہیں، انکی اس تمام محنت پر پانی پھیر دیتا ہے جو انہوں نے اسلامی نظام معیشت کی خوبیاں بیان کرنے میں صرف فرمائی ہے۔ جو چیز "سردست" جامۂ عمل پہن ہی نہیں سکتی، بہتر تھا کہ سردست اُسکی شرح و تفسیر میں بھی وقت ضائع نہ کیا جاتا۔ پھر وہ اشتراکیت جسکو وہ اپنی "عجیب و غریب اسلامی بصیرت" کی بنا پر اسلامی نظریہ سے قریب تر سمجھ رہے ہیں، چند ظاہری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلوؤں میں اسلام سے کچھ قریب ہو تو ہو، مگر اسکی فلسفیانہ بنیاد، اسکی اخلاقی روح، اسکا نظریۂ حیات، اور اس کا تجویز کردہ نظامِ اجتماعی تو اسلام سے اتنا ہی دور ہے جتنا موجودہ سرمایہ داری نظام۔ اُسکو اسلام سے قریب وہی سمجھ سکتا ہے جو اُسکو نہ جانتا ہو یا سرے سے اسلامی بصیرت ہی نہ رکھتا ہو۔ اس کافرانہ نظام کے ماتحت زندگی بسر کرنے کے لیے جناب مولانا نے چند مذہبی، تہذیبی اور معاشرتی تحفظات تجویز کیے ہیں، حالانکہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس قسم کے تحفظات کی حیثیت طفل تسلی سے زیادہ نہیں ہے، اور ایسے تحفظات کی فکر صرف وہی لوگ کرتے ہیں جنکی کم ہمتی پہلے ہی یہ فیصلہ کر لیتی ہے کہ ہمیں بہر حال رہنا دوسروں ہی کی عمارت میں ہے، اپنی عمارت کبھی نہیں بنانی۔ صاف اور سیدھی بات جس کو خوشنما الفاظ کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے، در اصل یہ ہے کہ علمائے کرام کے جس گروہ سے مولانا کا تعلق ہے اُس پر نا اہلی کے ساتھ کم ہمتی اور شکست خوردگی کا تسلط ہو گیا ہے۔ اِن لوگوں میں خود اپنے بل بوتے پر کوئی اسلامی تحریک اٹھانے کی ہمت اور صلاحیت نہیں ہے، اس لیے کبھی اشتراکیوں کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور کبھی کسی دوسرے ہمسایہ کی پامردی سے بہشت میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ لیکن اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لیے لوگوں کو یقین یہ دلاتے ہیں کہ قصور ہمارا نہیں ہے، یہ اسلامی نظریہ ہی کم بخت ایسا ہے کہ "سر دست" اس کا جامۂ عمل پہننا محال ہے۔ سوال یہ ہے کہ "سر دست" اشتراکی نظریہ کا جامۂ عمل پہننا کیوں ممکن الوقوع ہو گیا ہے؟ کیا اِسکی کوئی وجہ آپ اِسکے سوا بتا سکتے ہیں کہ اس نظریہ کے حامی آپ سے زیادہ لائق اور آپ سے زیادہ باہمت ہیں؟ وہ انقلاب برپا کرنیکا فن جانتے ہیں اور آپ نہیں جانتے۔ اُن میں یہ جرأت ہے کہ جہاں سرمایہ داری نظام پوری طاقت کے ساتھ مسلط ہے وہاں کھڑے ہو کر اپنے نظریہ کے مطابق انقلابی جدوجہد شروع کر دیں، اور آپ میں یہ جرأت نہیں ہے۔ اگر اس کے سوا اشتراکی انقلاب کے ممکن الوقوع ہونے کا کوئی اور سبب ہے تو ہم چیلنج کرتے ہیں کہ اسکو بیان کیا جائے۔ لیکن اگر اصل وجہ یہی ہے تو پھر "سر دست" کی آڑ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ صاف اقرار کیجیے کہ اسلامی نظریہ کا جامۂ عمل پہننا کسی وقت بھی ممکن نہیں، کیونکہ جس نظریہ کے پیرو محض نظری حیثیت سے اُس پر ایمان رکھتے ہوں، مگر نہ کارداں ہوں نہ صاحبِ عزم، وہ نظریہ کبھی قیامت تک دنیا میں جامۂ عمل نہیں پہن سکتا۔

اپنی کمزوری کو چھپانا تو خیر اخلاقی کمزوری کی تعریف میں آتا ہے، مگر جب انسان باطل کو حق اور حق کو باطل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت کرنے کی کوشش پر اتر آئے تو یہ چیز کمزوری سے بڑھ کر جرم کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"ہمارے پاس اس یقین کے لیے روز روشن کی طرح دلائل و شواہد موجود ہیں کہ آج سرمایہ دارانہ نظام رکھنے والی طاقت اس طرزِ عمل سے بہت خوش ہے بلکہ اس کی متمنی ہے کہ اسلام کے مقدس نام پر پہلے نظریہ کو آج کے ماحول میں زیادہ سے زیادہ معرضِ تحریر و تقریر میں لایا جائے اور قول و گفتار کا کوئی گوشہ اس سے نہ چھوڑا جائے، کیونکہ اس کو یہ یقین ہے کہ یہ کلمۃ حق ارید بہ الباطل کا وہ بے نظیر مظاہرہ ہے جو اس کے جابرانہ نظام کے استحکام کے لیے از بس مفید ہے۔ اور اس کے برعکس دوسرے نظریہ کی معمولی سی حرکتِ انقلاب پر زیادہ سے زیادہ تشدد پر آمادہ ہو جاتی اور اس کو فنا کرنے اور قائم نہ ہونے دینے کے لیے مختلف ناموں سے ظالمانہ انداز کے ساتھ مصروفِ عمل نظر آتی ہے، اسلیے کہ وہ خوب واقف ہے کہ اس کے نظام کی تباہی کا عملی راستہ نجات موجودہ یہی اور صرف یہی ہے۔"

اس عبارت کا ایک ایک لفظ عبرتناک ہے۔ استدلال کی صورت یہ ہے کہ اسلامی نظریہ کا اعلان و اظہار انگریز کو پسند ہے اور اس کے اقتدار کی جڑ مضبوط کرتا ہے، اور اشتراکی نظریہ ایک کارگر انقلابی طاقت حاصل کر چکا ہے اور انگریز اس سے ڈرتا ہے، لہذا جو اسلامی نظریہ کے لیے کام کرے وہ بر سر باطل اور جو اشتراکی نظریہ کی حمایت کرے وہ بر سر حق! نعوذ باللہ من ذالک۔ اگر اسی کا نام دیانت ہے، تو ایسی دیانت کو دور سے سلام۔ ان لوگوں نے انگریز کی دشمنی کو ایک مستقل دین بنا لیا ہے اور اسی دین کے معیار پر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔ اول تو یہ خود عصبیت جاہلیہ ہے۔ تاہم اگر تھوڑی دیر کے لیے اس کو جوں کا توں تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ استدلال ایک مسلمان کے لیے کچھ کم شرمناک نہیں ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اشتراکیت ہمارے علماء کی مردانگی و قابلیت سے ایک کارگر طاقت نہیں بنی ہے بلکہ اشتراکی ملاحدہ کی قابلیت و مردانگی سے بنی ہے اور "سرمایہ دارانہ نظام رکھنے والی طاقت" اس سے اسی لیے ڈرتی ہے کہ وہ ایک طاقت بن چکی ہے۔ بخلاف اس کے اسلام سے وہ اسلیے بے خوف ہے کہ اس کو کوئی طاقت اسلام کی پشت پر نظر نہیں آتی حتی کہ وہ موجودہ حالات میں اسلام کا نام لینے والوں کی پیٹھ بھی ٹھونکنے سے دریغ نہیں کرتی، کیونکہ وہ دیکھ رہی ہے کہ اس دین کے پیرو یا تو منافق ہیں یا نالائق اور پست ہمت۔ ورنہ اگر اس کی پشت پر حقیقت میں کوئی کارگر طاقت ہوتی تو شائد آج کوئی سرمایہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دارانہ نظام رکھنے والی طاقت" اُس سے بھت کیا: ذرہ برابر بھی خوش نہ ہوتی، بلکہ" اس کی معمولی سی حرکت انقلاب پر زیادہ سے زیادہ تشدد پر اتر آتی"۔ پس دراصل یہ صورت حال جسکو مولانا صاحب نے دلیل میں پیش فرمایا ہے، اُنکے طرزِ عمل کے برحق ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ اُن کے لیے اور ہر مسلمان کے لیے شرم سے ڈوب مرنے کی بات ہے۔ اللہ اللہ! اسلام ہمارے اور انکے جینے جی اس حد کو پہنچ گیا کہ اب شیطان اُس سے خوش ہونے لگا!

کانفڈریسی آف انڈیا مصنفہ "ایک پنجابی" شائع کردہ سر محمد شاہ نواز خان نواب ممدوٹ، ڈیوس روڈ، لاہور

یہ کتاب پاکستانی تحریک کے لٹریچر میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ یہ پہلی کتاب ہے جس میں اس مسئلہ کا علمی اور تفصیلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس مطالعہ میں پاکستان کے بجائے "انڈستان" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ پاکستان کے دوسرے نظریات میں اور اس تجویز میں کوئی بنیادی اور اصولی امتیاز نہیں۔ کتاب کا آدھا حصہ اس بحث میں صرف کیا گیا ہے کہ شمالی مغربی ہند کو باقی ہندوستان سے الگ کر کے یہاں ایک خود مختار اسٹیٹ قائم کرنا کس لیے جائز اور واجب ہے۔ اس سلسلہ میں بعض واقعات و حقائق کو نہایت صفائی اور خوبی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے ہندوستان کی گذشتہ پچاس سالہ تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہاں کی سب سے بڑی اور مقتدر سیاسی جماعت، یعنی آل انڈیا نیشنل کانگریس کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھ نہ صرف ناروا بلکہ ناقابل برداشت رہا ہے۔ اس جماعت کا سب سے بڑا منصوبہ اور مقصد یہ رہا ہے اور ہے کہ مسلمانوں کے علحدہ وجود کو فنا کر کے ملک میں ایک متحدہ قومیت کی بنا ڈالی جائے۔ اسی لیے باوجودیکہ کئی بار ہندو مسلم سمجھوتہ ہوا، سیاسی اتحادات قائم ہوئے، مگر بہر حال اکثریت کی قوم نے کبھی ایفائے عہد کی شرم نہ رکھی۔

اس کے بعد مسئلہ قومیت پر ایک تفصیلی بحث کی گئی ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ جب سے مسلمان اس ملک میں آباد ہوئے ہیں آج تک مشترکہ قومیت کی تحریک کبھی کامیاب نہیں ہوئی بلکہ بسا اوقات باہمی تصادم، خانہ جنگی اور خونریزی کا باعث بنی۔ زمانۂ حال میں ہندوؤں نے اپنی قومی عصبیت اور اسلام دشمنی کا طرح طرح سے ثبوت دیا ہے۔ آل انڈیا نیشنل کانگریس، ہندو مہا سبھا، آریہ سماجی تحریک وغیرہ دراصل ایک ہی خواب کی ذرا بدلی ہوئی تعبیریں

© rasailojaraid.com